مجلسِ شرعی۔ مبارک پور کا
بارہواں فقہی سیمینار
موضوعات...... مذاکرات...... فیصلے

مفتی محمد نظام الدین رضوی☆

گیارہویں فقہی سیمینار (ممبئی) کے اختتام کے ساتھ ہی بارہویں فقہی سیمینار کے سوال نامے علمائے کرام کی خدمات عالیہ میں پیش کر دیئے گئے تھے، یہ سوال نامے الگ الگ تین موضوعات پر مرتب کئے گئے تھے۔

(۱) مصنوعی سیارہ اور رویت ہلال۔

(۲) قضاۃ اور ان کے حدود ولایت۔

(۳) تقلید غیر کب جائز کب ناجائز؟

ان موضوعات پر ۷۰۵ صفحات پر مشتمل ۱۴۴ر مقالات موصول ہوئے، مقالات کے مطالعے سے یہ احساس اجاگر ہوا کہ مقالہ نگاروں نے بڑی جدوجہد، عرق ریزی و دماغ سوزی کے ساتھ یہ مقالات ترتیب دیئے ہیں اور اپنے طور پر اتنی سعی بلیغ کی ہے کہ مسئلے کا کوئی گوشہ تشنہ تحقیق نہ رہ جائے۔

۱۹۹۳ء میں مجلس شرعی کی تشکیل عمل میں آئی تھی جس کے دو اہم مقاصد تھے۔ (۱) نو پیدا مسائل کا شرعی حل (۲) نئے علماء کی تربیت۔

الحمدللہ مجلس شرعی دونوں مقاصد میں کامیاب ہے۔ پہلے مقصد میں کامیابی کی دلیل اس کے محققانہ فقہی فیصلے ہیں جو صحیفۂ مجلس شرعی، اور ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔

دوسرے مقصد میں کامیابی کی دلیل مجلس کے مندوبین کے تحقیقی مقالات اور فقہی مذاکرات میں ان کے اہم مباحثے اور تنقیحات ہیں جو دل کو شاد اور روح کو تازہ کرتے ہیں اور اس بات کا اطمینان دلاتے ہیں کہ جوان فقہاء کی یہ ٹیم اپنے اکابر کی میراث عمل کی صحیح حقدار ہے اور یہ ان

☆ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین ☆

کی میراث کو ضائع نہیں کر رہی ہے بلکہ اس سے پورے طور پر استفادہ کر رہی ہے اور اسے بہتر طور پر اپنے اخلاف تک منتقل کرنے میں مثالی کردار ادا کر رہی ہے۔

اس کامیابی کا بنیادی سبب توکل علی اللہ، اخلاص اور جہد مسلسل ہے، ہمارے فقہی مذاکرات میں ہر چھوٹے، بڑے کو آزادئ رائے کے ساتھ اظہار خیال کا پورا پورا حق دیا جاتا ہے، سب کی باتیں سنی جاتی ہیں اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، مندوبین بھی پوری تیاری کے ساتھ آتے ہیں، ان کی بحثوں سے وسعت مطالعہ کثرت تفحص، حق وصواب تک رسائی کے لئے فقہی دلائل سے استناد، حاضر دماغی و بیدار مغزی کا احساس ہوتا ہے، ساتھ ہی ماحول اول تا آخر ہمیشہ خوشگوار رہتا ہے ظاہر ہے ان اسباب کی فراہمی کا نتیجہ صرف کامیابی ہے۔

مجلس شرعی کے قیام کے بارہویں سال یہ بارہواں دو روزہ فقہی سیمینار امام احمد رضا لائبریری اشرفیہ مبارک پور کے ایک ہال میں منعقد ہوا، اس کے چار اجلاس ہوئے۔

ان اجلاسوں میں حسب ذیل مسائل زیر بحث آئے۔

پہلا مسئلہ:

مصنوعی سیارہ سے رویت ہلال کا حکم۔

اس تحقیق اور فیصلے کا محرک یہ امر ہوا کہ تیونس کو چھوڑ کر تمام مسلم ممالک چاند کا پتہ لگانے کے لئے ایک خاص سیٹلائٹ تیار کر رہے ہیں جو فضاء میں ہر طرف چکر لگائے گا اور چاند کی پیدائش کی پوری تصویر پیش کرے گا جسے دنیا بھر کے مسلمان اپنے ٹی وی چینلوں پر دیکھ سکیں گے اس کو وہ لوگ امت کے اتحاد اور تہذیب وحدت کا ذریعہ بتا رہے ہیں حالانکہ سچائی یہ ہے کہ اس سے امت کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ جائے گا اور سب سے زیادہ مشکلات کا سامنا اہل حق اہل سنت و جماعت کو کرنا پڑے گا جو بہر حال صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کو ہی تہذیبی وحدت کا نمونہ مانتے ہیں اس لئے ضرورت پیش آئی کہ فتنہ پیدا ہونے سے پہلے اپنے مسلمان بھائیوں کو علمائے اہلسنّت کے اجتماعی فیصلے سے روشناس کرا دیا جائے تاکہ ممکن حد تک فتنہ کا سد باب ہو سکے۔

اس تعلق سے اہل علم کے نزدیک یہ سوالات غور طلب ہوئے:

۱۔ چاند کی پیدائش کا مطلب کیا ہے؟

۲۔ چاند کی پیدائش کے وقت اس کی جو ہیئت ہوتی ہے وہ از روئے علم ہیئت ولغت وشریعت ہلال ہے یا نہیں؟

۳۔ اور بہرحال ٹی وی چینل پر اس کی تصویر کا مشاہدہ کیا شرعاً رویت ہلال ہے یا اسکے حکم میں ہے؟

ان امور پر کافی بحث وتمحیص وغور وفکر کے بعد یہ فیصلے ہوئے:

فیصلے

مصنوعی سیارہ (سیٹلائیٹ) سے رویت ہلال کا حکم

ولادت قمر کی توضیح:

محاق کے وقت چاند کا وہ رخ جو سورج کے مقابل ہے روشن ہوتا ہے اور وہ رخ جو زمین کی جانب ہے بالکل تاریک ہوتا ہے اس حالت کے زوال پر جس آن میں سورج کی روشنی ہماری جانب واقع تاریک رخ کے ایک خفیف حصے پر پڑتی ہے وہی ولادتِ قمر کی حالت ہے اور اس حالت میں وہ انسانی نگاہوں کے لئے تیز دور بینوں کے ذریعہ بھی قابل رویت نہیں ہوتا، پھر بھی بتایا گیا ہے کہ اس وقت طولاً نور کی ایک ایسی خفیف سی لکیر بن جاتی ہے جو تقریباً واوسطاً چھ سو چوہتر کلومیٹر رقبۂ قمر پر مشتمل ہوتی ہے۔

اب دوسرا سوال یہ ہوا کہ اس خفیف نوری لکیر کی تصویر سیٹلائیٹ کے ذریعے لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ مندوبین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی تصویر لینی ممکن ہے۔

ہلال عند الشرع کیا ہے؟

چاند کی جس حالت کی رویت پر شریعت میں احکام کا مدار ہے وہ چاند کی وہ ابتدائی حالت ہے جو نگاہوں کے لئے قابل رویت ہو۔ اسی کو ''ہلال'' کہا جاتا ہے۔

☆☆☆ اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے ☆☆☆

چاند کی جو تصویر سیٹلائٹ کے ذریعہ ٹی وی اسکرین پر نظر آئے اس سے نئے مہینے کا ثبوت ہوگا یا نہیں؟

جواب نفی میں ہے۔ دلیل میں کئی باتیں پیش کی گئیں۔

۱۔ شریعت میں احکام کا مدار رویت کے ثبوت پر رکھا گیا ہے۔ شہادت، شہادت علی الشہادۃ، کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ سب کا منتہٰی عین رویت ہلال ہے اور صورت مسئولہ میں عین ہلال کی رویت نہیں بلکہ تصویر ہلال کی رویت ہوگی اس لئے وہ معتبر نہیں۔

۲۔ ٹی وی اسکرین پر نظر آنے والی تصویر ہلال میں احتمال ہے کہ پہلے کی ہو اور اس وقت دکھادی گئی ہو۔

۳۔ سیٹلائٹ براہِ راست تمام ٹیلی ویژنوں پر تصویر نہیں بھیجتا، بلکہ پوری دنیا میں اس کا ایک مرکز ہوتا ہے جہاں سے وہ چھوڑا جاتا ہے وہیں وہ ساری معلومات اور تصاویر بھیجتا ہے۔ اب اس مرکز کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے یہاں روک لے اور آگے ریلے نہ کرے جیسا کہ جنگ کے زمانے میں ممالک ایسا کرتے ہیں۔ اگر مرکز وہ تصویر آگے بھیجے تو ہر ملک میں ایک ٹی وی مرکز ہوتا ہے جو چاہے تو دوسری جگہ کی تصویر اپنے یہاں آنے سے روک دے اور اپنے یہاں تصویر لے لی تو بھی اسے اختیار ہوتا ہے کہ اپنے ملک کے ٹیلی ویژنوں پر دے یا روک رکھے۔ اگر تصویر اپنے ملک میں ریلے کردی تو اس ملک کے تمام ٹیلی ویژنوں پر اسے دیکھا جاسکے گا۔

اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا نہیں کہ سیٹلائٹ کی تصویر قدرتی طور پر خود بخود دنیا بھر کے تمام ٹیلی ویژنوں پر پہنچ جائے بلکہ بہت سے وسائط اور کئی انسانوں کی رضا اور ان کی حرکت وعمل کے بعد ہی وہ ٹی وی پر نظر آسکے گی۔ ان وسائط میں اکثر ایسے ہی افراد ملیں گے جو خود چاند دیکھ کر شہادت دیں تو معتبر نہ ہو تو ان کے عمل دخل ہونے کے بعد جو تصویر ہم نے دیکھی وہ یقیناً ناقابل اعتبار ہے۔

۴۔ ایسے سیارے عموماً کرۂ ہوا سے اوپر رکھے جاتے ہیں تاکہ ہوا کی رگڑ سے وہ کمزور اور بے کار نہ ہوسکیں۔ ہوا کا دائرہ بارہ سو کلومیٹر تک بتایا گیا ہے۔ اس کے باوجود سائنس دانوں کا یہ اعتراف ہے کہ ہوا سے قرب کے باعث بھی مصنوعی سیارے متاثر ہوتے ہیں اور ان کی رفتار میں خلل آجاتا ہے یا رفتار کمزور ہوجاتی ہے اور کبھی ٹوٹ کر گر بھی جاتے ہیں۔ ہوا وغیرہ سے

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

متاثر ہونے اور عمل میں خلل آنے کے باعث سیاروں کی تصویر کشی اور تصویر رسانی بھی متاثر ہوسکتی ہے اس لئے اس کے عمل کا برقرار اور صحیح رہنا بھی مشکوک ہے۔ یقیناً کسی ایسی چیز پر احکام شرع کا مدار نہیں ہوسکتا۔

۵۔ سائنس داں یہ بھی بتاتے ہیں کہ سیارے کو فضا کے اندر بھیجنے میں ذرا بھی چوک ہو جائے تو اس کا مدار بدل جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ جس مدار میں سیارہ بھیجا گیا اس کے علاوہ کسی اور مدار میں پہنچ جائے۔ فضاء میں ہمارے چاند کے علاوہ دوسرے چاند بھی موجود ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اس چاند کے علاوہ کسی اور چاند کی تصویر بھیجنا شروع کر دے۔ ایسی حالت میں اس کے ذریعے موصول ہونے والی تصویر پر قطعاً یہ اعتماد نہ ہوسکے گا کہ یہ اسی چاند کی تصویر ہے جس کی رویت پر مدار احکام ہے۔

۶۔ بحث و تمحیص سے معلوم ہوا کہ ولادت قمر کے وقت جو خفیف سی نوری لکیر بنتی ہے جو تیز دوربینوں کے ذریعہ بھی انسانی آنکھوں کے لئے قابل رویت نہیں ہوتی، مصنوعی سیارے کے ذریعہ اس کی تصویر کشی ہوسکتی ہے۔ حالانکہ شریعت میں بنائے احکام اس ہلال کے ثبوت پھر اس کی رویت پر رکھا گیا ہے جو انسانی نگاہوں کے لئے قابل رویت ہو۔ اس سے قبل والی حالت قمر پر بنائے احکام نہیں۔ مصنوعی سیارہ ولادت قمر کی تصویر رسانی کرے اور اس پر صوم و افطار کی بنا رکھی جائے تو یہ حدیث و فقہ سب کے خلاف ہوگا۔ اس لئے ولادت قمر کے وقت کی لکیر دکھانے اور اس پر بنائے احکام رکھنے کی اجازت کسی حال میں نہیں ہوسکتی، تمام مندوبین کا اس پر اتفاق ہے۔

دوسرا مسئلہ:

قضاۃ اور ان کے حدود ولایت:

نکاح، طلاق، فسخ، تفریق، ہبہ، وصیت، میراث، ہلال وغیرہ کے مسائل عوام مسلمین کی طرف سے علماء کی خدمت میں پیش ہوتے رہتے ہیں۔ جو عموماً زبانی جواب پر اکتفاء کر لیتے ہیں، یعنی ایک وکیل کی حیثیت سے ''مشیر قانونِ شریعت'' کی ذمہ داری نبھاتے ہیں۔ جب کہ بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں جن میں صرف قانون شرعی بتا دینا کافی نہیں ہوتا، بلکہ منصف پنچ کی طرح سے

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

صلح بین الفریقین، اور بسا اوقات فیصلہ صادر کرنے کی بھی حاجت پیش آتی ہے۔ تعزیرات کے مسائل نہ علماء کے یہاں آتے ہیں، نہ ہی انہیں اس طرح کے مسائل جو ملکی قانون سے مزاحمت رکھتے ہوں کی سماعت کرنے کا اختیار ہے۔ بڑی دشواری اس وقت پیش آتی ہے جو شوہر لاپتہ ہو، یا عورت کو از راہِ شرارت لٹکا دے کہ نہ بیوی کی طرح اسے رکھے، نہ طلاق دے، ایسی عورت علماء کے یہاں جاتی ہے اور کوئی اس کا پرسانِ حال نہیں ہوتا یا عید کا چاند کسی وجہ سے دیکھا نہ جا سکا اور لوگ پریشان ہوتے ہیں کہ کیا کیا جائے۔ اس طرح کے مسائل کو سلجھانے کے لئے، بے سہارا عورت کے تعاون اور ناخواندہ عوام کی رہبری کے طور پر ایسے علماء کے تعین کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے جو اس کے اہل ہوں۔ اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ یہ خدمات انجام دیں، انہیں قاضی نہ کہا جائے مگر ایک قاضی کے قائم مقام کی حیثیت سے سماج کی خدمت تو کر سکتے ہیں۔ اسی غرض سے یہ سوالات زیر بحث لائے گئے۔

۱۔ اعلم علمائے بلد کا مصداق کون ہو سکتا ہے اور فقیہ و عالم جو قاضی کا قائم مقام ہو سکتا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

۲۔ اعلم علمائے بلد کا دائرہ قضا و عمل کیا ہے اور کیا مختلف اضلاع کے ارباب حل وعقد کے اتفاق سے اس کا دائرۂ ولایت وعمل اپنے قطر سے تجاوز کر کے مختلف اضلاع یا ریاست کو عام ہو سکتا ہے؟

۳۔ وہ کون سے دینی امور ہیں جن میں اسے قضایا تفویض قضا کا اختیار شرعاً حاصل ہے؟

یہ سوالات دو نشستوں میں زیر بحث رہے۔ بہت گہرائی میں اتر کر دلائل وشواہد کے ساتھ زوردار بحثیں ہوئیں، الحمدللہ بحثیں بہت نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور بتوفیقہ تعالیٰ و توقیفہ ان کے تعلق سے یہ مدلل فیصلہ تحریر کیا گیا۔

دیار فرنگ میں سنی مسلم کمیونٹی کی آواز

ماہنامہ سنی ٹائمز Sunni Times

ایڈیٹر: عمران حسین چوہدری 66,Nearcliffe Road, Bradford U.K.

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

فیصلے

قضاۃ اور ان کے حدود ولایت

مبحث کا تعین:

قاضی ایک تو وہ ہے جس کو کسی سلطانِ اسلام نے مقرر کیا ہو۔ یہاں بحث اس قاضی سے متعلق ہے جو ایسے بلاد میں ہو جہاں سلطنت اسلامی نہ ہو اور امور دینیہ میں اعلم علمائے بلد ہونے کے باعث مرجع ہو بلفظ دیگر جو اپنے علم وفقہ کے باعث قضاۃ کے لئے منتخب بانتخاب الٰہی ہو۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔ جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں مجبوری عام مسلمان جسے مقرر کر لیں...... ان شہروں میں کہ سلطانِ اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، اعلم علمائے بلد کہ اس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو، نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں امام عام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۳/ ۲۰۵، ملخصاً)

اسی میں دوسری جگہ ہے:

> ''اور جہاں اسلامی ریاست اصلاً نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لئے مقرر کر لیا تو وہی قاضی شرعی ہے۔ فی جامع الفصولین: واما فی بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین۔
>
> اور اگر ایسا نہ ہو تو شہر کا عالم کہ عالم دین وفقیہ ہو اور اگر وہاں چند علماء ہیں تو جو ان سب میں زیادہ علم دین رکھتا ہو، وہی حاکم شرع ووالی دین اسلام و قاضی ذی اختیار شرعی ہے۔ مسلمانوں پر واجب کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں۔'' (فتاویٰ رضویہ، ۷/ ۳۲۸)

عالم وفقیہ سے مراد:

فقیہ سے مراد وہ سنی صحیح العقیدہ عالم دین ہے جو کثیر فروع فقہیہ کا حافظ ہو اور پیش آمدہ مسائل کے احکام صحیحہ، رجیحہ، مفتی بہا مذہب کی کتب معتمدہ سے نکال سکے اور اعلم علمائے بلد وہ سنی صحیح العقیدہ فقیہ ہے جو اپنے علاقے کے فقہاء میں سب سے زیادہ احکام شرعیہ فرعیہ مفتی بہا کا عالم اور مرجع فتویٰ ہو۔ (ماخوذ از تحریر، ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

فتاویٰ رضویہ وغیرہا کتب سے عالم وفقیہ کی تعریف، اعلم علمائے بلد کی تعیین اور بحیثیت قاضی منجانب اللہ اس کے تقرر کی توضیح کے بعد یہ بحث شروع ہوئی کہ ایک قاضی کا دائرۂ ولایت وعمل کیا ہوگا؟ مندوبین کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک شہر کے اعلم علماء کا دائرۂ قضاء وعمل اس کا اپنا شہر اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ ہے اور اعلم علمائے ضلع کا دائرہ قضاء وعمل پورا ضلع ہے۔ اور اعلم علمائے ریاست کا دائرۂ قضاء وعمل پوری ریاست ہے اور اعلم علمائے ملک کا دائرۂ قضاء وعمل پورا ملک ہے۔

''اعلم علمائے بلد'' کا دائرۂ قضاء وعمل مختلف اضلاع کے ارباب حل وعقد کے اتفاق سے اپنے قطر سے تجاوز کر کے متعدد اضلاع یعنی کمشنری بلکہ ریاست کو بھی عام ہوسکتا ہے یوں ہی پورے ملک کے قاضی کا تقرر بھی ارباب حل وعقد کے اتفاق سے ہوسکتا ہے۔

اس کا مآخذ درج ذیل عبارتیں ہیں:

''ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ) اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام ملک کے ارباب حل وعقد کا ایک عالم پر اتفاق ہو جائے تو وہ پورے ملک کا قاضی ہوگا۔

حدیقہ ندیہ کی عبارت **"فان عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر. الخ"**۔ بھی اسی امر کی شاہد ہے۔

ان عبارات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی اعلم علمائے بلاد ہو، یا اعلم علمائے ملک مگر اس پر سب کا اتفاق نہ ہو سکے تو اسے اپنے فیصلوں کی تنفید اور امور قضاء کی سماعت اپنے ہی ضلع کی حد تک محدود رکھنی چاہئے۔ الا یہ کہ اہم دینی ضرورت پیش آ جائے۔

سوال: اس زمانہ میں پوری ریاست اور پورے ملک کے لئے قاضی کا تقرر کیسے ہوگا؟

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

جواب: یہ حق علماء و ارباب حل و عقد کا ہے۔ لیکن اگر ارباب حل و عقد اپنی ذمہ داری سے غافل ہوں، کسی اہل کا تقرر بحیثیت قاضی ضلع یا قاضی ریاست یا قاضی ملک نہ کریں تو جس کی طرف عام طور پر مسلمان اپنے دینی امور کیلئے رجوع کریں اسے بحیثیت قاضی یہ ذمہ داری سنبھال لینی چاہئے تا کہ مسلمانوں کے دینی امور اور خصومات متعلقہ قضاء معلق نہ رہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''رجوع مسلمین بلد بسوئے او در خصومات، و ترافع باو در قضایا، و رضا بحکمش در فیصلھا برائے قاضی شرعی او بسند ست کہ بہچو حالت تراضی مسلمین نائب مناب تقلید و تولیۂ سلطان دین ست۔'' (۷/۳۴۷)

بعض مقالہ نگار حضرات نے یہ تحریر کیا تھا کہ پورے ملک کا ایک قاضی تو ہوسکتا ہے مگر اس کا اعلان ہلال صرف اس کے شہر اور اس کے گردونواح کے لئے قابل عمل ہوگا۔ اس سے زیادہ کے لئے کتاب القاضی الی القاضی بشرائط معلومہ یا ایسے ہی کسی طریق موجب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس کے باعث اس مسئلہ پر بحث و تمحیص کے بعد یہ طے ہوا کہ:

چاند کا شرعی ثبوت بلاشبہ ان ہی مقررہ طریقوں سے ہوگا جو کتب مذہب میں مذکور ہیں۔ یعنی (۱) رویت (۲) شہادت (۳) شہادت علی الشھادۃ (۴) شہادت علی القضاء (۵) استفاضہ (۶) کتاب القاضی الی القاضی۔

عالمگیری میں ہے:

''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا.''

چاند کا شرعی ثبوت ہو جانے کے بعد ذمہ دار قاضی اعلان کے لئے لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو، ٹیلی فون، فیکس وغیرہ آلات جدیدہ کا سہارا لے سکتا ہے۔ البتہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ان ذرائع کو ممکنہ حد تک ناخدا ترسوں کے دھوکہ، فریب اور جھوٹ کے اندیشے سے محفوظ رکھا جائے تا کہ سننے والوں کو اعلان کے صدق و صحت کا غلبۂ ظن حاصل ہو۔ یا ایسی تدبیر بتا دی جائے جس کے ذریعہ سننے والے یہ تصدیق حاصل کرسکیں کہ یہ اعلان ہمارے قاضی یا قاضی القضاۃ ہی کا ہے، دوسرے کا نہیں۔ مثلاً لاؤڈ اسپیکر سے اعلان اپنے شہر تک محدود رکھے، فیکس کو اپنی اصل تحریر میں لکھے یا کم از کم قلمی دستخط ثبت کرے اور اپنے اور اپنے بعض معتمدین کے موبائل و فون نمبرز بھی بیان کردے، جن کے ذریعہ

سننے والے تصدیق حاصل کرسکیں۔

اور اگر قاضی القضاۃ ریڈیو کے ذریعہ اعلان کرے تو اسے درج ذیل تدابیر اختیار کر کے قابل اعتبار بنائے۔

(الف) اپنا فیصلہ اپنی نگرانی میں ٹیپ کرائے اور دوبارہ سن کر یہ وثوق حاصل کرلے کہ فیصلہ صحیح ٹیپ ہوا ہے۔

(ب) پھر اپنی یا اپنے معتمد خاص کی نگرانی میں ریڈیو سے وہی ٹیپ بلا ترمیم نشر کرائے۔

(ج) اس اعلان میں اپنا نام، عہدہ، پتہ بھی بتادے۔ اسی طرح اپنا اور اپنے چند معتمد اشخاص کے ٹیلی فون اور موبائل نمبرز بھی دو تین بار صاف صاف بیان کردے اور بتائے کہ یہ اعلان میرا ہی ہے جو پوری احتیاط کے ساتھ نشر ہو رہا ہے جو شخص مزید اطمینان کرنا چاہے وہ مذکورہ نمبروں پر دریافت کر کے تصدیق حاصل کرسکتا ہے۔

(د) اس پورے ٹیپ میں اعلان ہلال کے علاوہ کوئی دوسرا مضمون ٹیپ نہ ہو۔

تنبیہ:

ہندوستان میں ابھی کوئی قاضی القضاۃ مقرر نہیں اور ضلعی پیمانے کے قضاۃ ریڈیو سے اعلان کریں تو پورے ملک پر وہ اعلان نافذ نہ ہوگا، لیکن بے چینی پورے ملک میں پھیل جائے گی، علاوہ ازیں ایسے محتاط اور باوثوق طور پر اعلان کا موقع یہاں فراہم بھی نہیں اس لئے یہاں ابھی ریڈیو سے اعلان ہلال کی اجازت نہیں، جس ملک میں قاضی القضاۃ ہوں اور سب شرطیں مہیا ہوں یا ہندوستان میں جب یہ سب باتیں متحقق ہو جائیں تو عمل کی اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(۱)

قاضی القضاۃ کا ایک شہر سے کیا ہوا اعلان پورے ملک میں نافذ ہوگا۔

لان البلاد فی حقه کالبلد الواحد فحکمه نافذ فی الجمیع. فی الهندیة: وهو نظیر کتاب سائر الرعایا الخ۔

فتح القدیر اول کتاب القاضی میں ہے:

لان اخبار القاضی لایثبت حجة فی غیر محل ولایته. اھ. (مفهوم هذا: أن اخبار القاضی یثبت حجةً فی محل ولایته)

حد یعمل فی الارض خیر لاهل الارض من ان یمطروا اربعین صباحا ☆ الحدیث

عنایہ شرح ہدایہ اول کتاب القاضی میں ہے:

وقول القاضی فی غیر موضع قضائه کقول واحد من الرعایا اھـ۔

عالمگیری میں ہے:

اذا قلد السلطان رجلا قضاء یوم یجوز ویتأقت، واذا قیده بالمکان یجوز، ویتقید بذلک المکان۔ (ص:۱۲)

بدایۃ المجتہد میں ہے:

وروی المدنیون عن مالک : ان الرویة لاتلزم بالخبر عند غیر اهل البلد الذی وقعت فیه الرویة الا ان یکون الامام یحمل الناس علی ذلک، وبه قال ابن الماجشون والمغیرة من اصحاب مالک، واجمعوا أنه لایراعی ذلک فی البلدان النائیة کالاندلس والحجاز۔

(بدایۃ المجتہد،ص ۲۸۸، ج۱، کتاب الصیام، مبحث الرکن الاول)

فتح الباری باب ۱۱، کتاب الصوم میں ہے:

وقال ابن الماجشون : لایلزمهم بالشهادة الا لاهل البلد الذی تثبت فیه الشهادة الا أن یثبت عند الامام الاعظم، فیلزم الناس کلهم لان البلاد فی حقه کالبلد الواحد اذ حکم نافذ فی الجمیع۔

حدیث شریف میں ہے: یا بلال أذن فی الناس۔

ریڈیو سے قاضی القضاۃ کا اعلان پورے ملک میں نافذ نہ ہونے پر فتاویٰ عالمگیری کی درج ذیل عبارت سے تمسک کیا جاتا ہے اس لئے اس پر تھوڑی گفتگو مناسب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد سوم میں ہے:

”ذکر فی کتاب الاقضیة : إن کتب الخلیفة إلی قضاته، اذا کان الکتاب فی الحکم بشهادة شاهدین شهدا عنده بمنزلة کتاب القاضی الی القاضی لا یقبل إلا بالشرائط التی ذکرناها.

واما كتابه أنه ولى فلانا، او عزل فلانا يقبل عنه بدون تلك الشرائط، ويعمل به المكتوب اليه اذا وقع فى قلبه انه حق ويمضى عليه"۔اھ

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

"خلیفہ نے اپنے قاضیوں کو خط لکھا (تو اس میں تفصیل ہے) اگر وہ خط اس کے پاس گواہی دینے والے دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ کے بارے میں، بمنزله كتاب القاضى الى القاضى ہوتو وہ کتاب القاضی کی مذکورہ شرطوں کے بغیر نہیں قبول کیا جائے گا۔

اور اگر وہ خط عزل ونصب کے تعلق سے ہے کہ فلاں کو والی بنایا فلاں کو معزول کیا تو وہ بغیر شرائط مذکورہ کے مقبول ہوگا، اگر مکتوب الیہ کا اس پر دل جمے کہ یہ خط خلیفہ ہی کا ہے تو اس پر عمل کرتے ہوئے اسے جاری کردے۔"

(فتاوی عالمگیری، جلد۳،ص ۱۷۹،طبع قدیم،۳۴۶،طبع جدید)

اس عبارت میں پہلی شرط "إن كتب الخليفة" کی جز محذوف ہے۔ چاہیں تو وہ جزا "ففيه تفصيل" مانیں یا اس کے ہم معنی کچھ اور۔

اور دوسری شرط "اذا كان الكتاب فى الحكم" کی جزا "لايقبل إلا بالشرائط التى ذكرناها" ہے۔

یہ شرط دو قیدوں کے ساتھ مقید ہے۔ (۱) فى الحكم بشهادة شاهدين شهدا عنده۔ (۲) بمنزله كتاب القاضى الى القاضى ۔ جب یہ شرط ان دونوں ضروری قیود کے ساتھ پائی جائے گی تب اس پر "لا يقبل الا بالشرائط" کا حکم جاری ہوگا اور اگر کوئی بھی ایک قید مرتفع ہوئی تو شرط کا تحقق نہ ہوگا، لہٰذا اس پر "لايقبل الا بالشرائط" کا حکم بھی جاری نہ ہوگا کہ اذا فات الشرط فات المشروط تسلیم شدہ ضابطہ ہے۔ اب اگر خلیفہ کا خط بمنزلۂ کتاب القاضی نہ ہو، جس سے مقصود اثبات حکم ہوتا ہے بلکہ ثابت شدہ حکم کے اعلان کے لئے ہو تو وہاں کتاب القاضی کے شرائط کا لحاظ ضروری نہ ہوگا۔

فتاوی عالمگیری کی عبارت "فى الحكم بشهادة شاهدين" کا مفہوم ہے "دو گواہوں

کی شہادت پر فیصلہ کے بارے میں۔'' اس کو یہ لازم نہیں ہے کہ خلیفہ نے فیصلہ صادر کر دیا، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خلیفہ نے ''فیصلہ کے بارے میں'' شہادت لی اور اس کی تنفیذ کے لئے اپنے خط کے ذریعہ نقل شہادت کیا، اس طور پر یہ خط خلیفہ کے کئے ہوئے فیصلے سے متعلق نہ ہوا۔ ایسے خط کو فقہاء کتاب حکمی کہتے ہیں اور فیصلہ بھیجے تو اسے سجل کہتے ہیں۔ مانع کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ خلیفہ نے اپنا فیصلہ لکھ کر بھیجا تو بھی وہ ''بمنزلہ کتاب القاضی الی القاضی'' کی قید سے مقید ہے۔ مگر یہ کہاں ہے کہ اعلان کے لئے بھیجا، جس سے اعلان کا غیر معتبر ہونا ثابت ہو جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ سارے عالم اسلام کا فرمانروائے اعظم ہوتا تھا، اس کی خدمت میں کسی بھی ریاست بلکہ کسی بھی ملک کا مقدمہ دائر ہوسکتا تھا۔ اب اگر اس نے کسی ملک یا کسی ریاست کے مقدمہ کا فیصلہ کر کے تنفیذ کے لئے اپنے قاضی کو خط لکھا تو خصم کہہ سکتا تھا کہ ''یہ کتاب الخلیفہ نہیں ہے بلکہ مدعی نے جعل سازی کی ہے'' اور اس زمانے میں یہ آسانی نہ تھی کہ فوراً جانبین سے رابطہ قائم کر کے تحقیق پھر تصدیق حاصل کر لی جاتی، اس لئے خلیفہ اگر کسی شہر کے قاضی کے ذریعہ تنفیذ کرنا چاہتا تو اسے کتاب القاضی الی القاضی کے شرائط کی پابندی ضروری تھی تاکہ خصم کو مجال انکار نہ رہے اور خلیفہ کا فرمان رد ہونے سے محفوظ رہے۔

یہاں یہ امر بھی واضح رہے کہ خلیفہ پر قطعی یہ لازم نہیں کہ دیگر بلاد میں اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کے لئے انہیں بلاد کے قاضیوں کو واسطہ بنائے، بلکہ اسے اس کا بھی اختیار ہے کہ اپنے کسی آدمی کو تنفیذ کے لئے وہاں بھیج دے۔

فتاویٰ عالمگیری کے جزئیہ میں۔ ''إن كتب الخليفة الى قضاته'' کا لفظ ہے، جس سے عیاں ہے کہ اگر اپنے کسی شہر کے قاضی کو لکھے اور اس کا خط دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ سے متعلق بمنزلۂ کتاب القاضی ہو تو شرائط کتاب القاضی کی رعایت کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی شہر کے آدمی پر اپنا حکم نافذ کرنے کے لئے وہ وہاں کے قاضی ہی کا پابند ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔

جدید ذرائع ابلاغ سے ثبوت ہلال کے اعلان کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس فتوے سے بھی استناد کیا جاتا ہے۔

''بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے لئے چاہا تو انہیں جواب دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عدل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیوں بھیجے

جاتے۔" (فتاویٰ رضویہ، ص۵۳۲، ج۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ پیلی بھیت کیلئے پرچہ نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسے اپنے حدود قضاء میں شمار نہ کیا دوسرا ضلع ہونے کی وجہ سے وہاں کے قاضی کے لئے دو شاہدوں کے ساتھ کتاب القاضی لے جانے کی ضرورت محسوس کی۔

اس پر یہ اعتراض ہوا کہ اگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنا دائرۂ قضاء صرف ایک ضلع بریلی تک محدود سمجھا تو صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو پورے غیر منقسم ہندوستان کا قاضی کیسے مقرر کیا؟

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ پیلی بھیت پرچہ بھیجنے سے انکار اور بریلی شریف میں پرچہ تقسیم کرانے کا واقعہ عید ۱۳۳۳ھ کا ہے۔ اسی پرچہ سے متعلق بلند شہر سے ۲۹/ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ میں سوال آیا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ والرضوان بقید حیات تھے۔ وہ اعلیٰ حضرت کے معاصر، اعلیٰ حضرت سے عمر میں بہت زائد اور پورے پیلی بھیت کے اعلم علمائے بلااختلاف تھے اس لئے پیلی بھیت کو ان کے دائرہ قضاء میں ماننا اور اپنے دائرہ قضائے سے خارج جاننا عین مطابق واقعہ ہے۔

اس زمانہ میں بدایوں، رام پور وغیرہ میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بہت سے معاصر و مخالف سنی علماء موجود تھے جن کے حدود میں ان ہی کا حکم چلتا تھا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ ان حدود سے تعرض نہ کرتے تھے، بلکہ بعض معاملات میں مسلم ریاست رام پور وغیرہ کے قاضی و حاکم کی جانب رجوع کی ہدایت بھی "فتاویٰ رضویہ" میں مذکور ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

> "یہ مسئلہ پیلی بھیت کا ہے اور وہاں ان صفات مذکورہ کا کوئی عالم نہیں سوا مولانا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت فیوضہم کے، تو ان کی طرف رجوع لازم اور ان پر واجب کہ بعد غور تمام وتحقیقاتِ تام جملہ مسائل مذکورہ ومصالح نابالغین ومالهم وما علیهم پر نظر غائر فرما کر حزم واحتیاط کامل سے کام لیں اور ذی رائے دین دار اہل سنت عمائد شہر کو رائے و شوریٰ میں شریک کریں۔ وباالله العصمة والتوفیق والله سبحانه وتعالیٰ اعلم۔
> (فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۸۸۸۔۸۸۹، اشاعت بریلی شریف ومبارک

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

پور/ فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۱۳، ص ۴۰۶)

اس لئے یہ ماننا قطعاً مطابق واقعہ نہیں کہ اس وقت سرکار امام احمد رضا قدس سرہ اپنے کو پورے ملک کا قاضی القضاۃ مانتے تھے اور اپنا حکم قضاء پورے ملک کے لئے واجب العمل جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شعبان ۱۳۳۹ھ میں جب آپ نے یہ محسوس فرمایا کہ برٹش حکومت اب زوال پذیر ہے اور اسلامی ریاستیں بھی ختم ہوسکتی ہیں اور مسلمانوں کے لئے اپنے معاملات کا تصفیہ دشوار ہوگا تو اس مسئلہ پر کئی دن غور کیا پھر ایک دن کمرے میں فرش بچھوایا، تخت لگوایا، صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو تخت پر بٹھایا اور لوگوں کی موجودگی میں اعلان فرمایا کہ اللہ رب العزت کی جانب سے مجھے جو حق ملا ہے اس کے باعث میں مولانا امجد علی صاحب کو پورے ملک کا قاضی بناتا ہوں اور مولانا مصطفیٰ رضا و مولانا برہان الحق کو ان کا نائب و معاون مقرر کرتا ہوں۔

(یہ بیان حضرت برہان ملت علیہا لرحمہ کے مضمون، شائع شدہ مفتی اعظم نمبر، استقامت کان پور اور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی خودنوشت سوانح عمری میں موجود ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخر سالِ حیات میں جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بعض حضرات نے گزارش کی تو اس وقت کئی دن غور وخوض کے بعد اپنی قرار واقعی حیثیت کے مطابق عمل شروع کرتے ہوئے اپنے تلمیذ و مرید فقیہ علمائے موجودین صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو قاضی بنایا۔ یہ واقعہ بہت بعد کا ہے چھ سال قبل جو معاملہ ہوا اس کی وجہ وہی ہے کہ اپنا دائرۂ عمل بریلی تک محدود رکھا اور محدث سورتی علیہ الرحمہ کے دائرۂ عمل کے لئے کتاب القاضی الی القاضی ضروری قرار دیا۔ دوسری جانب سے تحقیق وتفتیش کی دشواری اور احتیاط پسندی کی توجیہ بھی معقول ہے۔

آج قاضی القضاۃ کا اعلان ریڈیو سے نشر ہونے کے ساتھ فوراً پورے ملک میں پھیل کر نافذ ہوسکتا ہے اور دوسرے کسی بھی مقام سے فون، موبائل وغیرہ کے ذریعہ صحتِ اعلان کی جانچ بآسانی ہوسکتی ہے۔ ان حالات میں محتاط اور باوثوق ذرائع اختیار کرنے کے باوجود اعلان مذکور کو پورے ملک میں ناقابل عمل قرار دینے کے لئے کوئی قوی اور صریح دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں مولانا محمد حنیف خاں بریلوی نے مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب و مولانا بہاء المصطفیٰ قادری کے حوالہ سے یہ بھی بتایا کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا اعلان بریلی ضلع کے مختلف مقامات مثلاً بہیڑی وغیرہ میں ایک تحریر کی شکل میں لے کر ایک دو آدمی جاتے اور ہر جگہ اس کے

مطابق اعلان وعمل ہوتا۔ وہ تحریر نہ بطور کتاب القاضی الی القاضی ہوتی نہ ہی اس کی شرطوں کی کوئی رعایت ہوتی۔

مولانا محمد حنیف خاں رضوی نے بتایا کہ متعدد حضرات سے مجھے معلوم ہوا کہ آج بھی بریلی شریف میں دیگر مقامات کیلئے اعلان ہلال کا وہی طریقہ رائج ہے جو سرکار مفتی اعظم ہند کے زمانے میں تھا۔ اس سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ قاضی اپنے دائرہ قضاء میں اعلان کیلئے کتاب القاضی الی القاضی کی شرائط کا پابند نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تقرر قضاۃ کے سلسلے میں ایک تجویز یہ پیش ہوئی کہ فرد کو قاضی بنانے کے بجائے علماء کے ایک بورڈ کو قاضی مقرر کریں اور ایک بورڈ میں کم از کم تین منتخب علماء شامل ہوں، ایک بورڈ صوبائی سطح کا ہو اور کچھ بورڈ کمشنری سطح کے ہوں۔

جن علاقوں میں مدارس اہلِ سنت پائے جاتے ہیں اُن علاقوں میں ایسے مدرسہ میں ''مجلس قضاء'' قائم کریں جہاں لوگ بآسانی پہنچ سکیں اور فقہ سے شغف رکھنے والے باصلاحیت اور باعمل تین علماء کا بورڈ قائم کریں، اگر ضرورت ہو تو انہیں قضاء کی تربیت بھی دی جائے۔

جن مدارس کی طرف مسلمانوں کا رجوع زیادہ ہو ان کا دائرہ قضاء بھی اسی لحاظ سے وسیع رکھنا چاہیئے، ثبوت ہلال کے مسئلے میں زیادہ توسیع نہ دی جائے لیکن فسخ نکاح بوجہ فقدان زوج، وبوجہ تعسر نفقہ، وبوجہ جنون، وعنت اور ان کے جیسے دوسرے مسائل میں دائرۂ قضاء اتنا وسیع کر دیا جائے کہ ریاستی سطح پر مسلمانوں کے خصومات وقضایا آسانی کے ساتھ فیصل ہوسکیں اور انہیں دربدر بھٹکنا نہ پڑے۔ البتہ یہ وسعت صرف ''مرکزی مجلس قضاء'' تک محدود رہے، یا پھر کم از کم کمشنری سطح پر ایسے مقدمات کی سماعت اور فیصلے کے لئے مجلس قضاء قائم کردی جائے۔ مگر ہر صوبے میں کمشنری سطح پر مجلس قضاء کا قیام قحط الرجال کی وجہ سے دشوار ہے۔

اور رویت ہلال کے مسئلے میں بھی یہ توسیع ہونی چاہیئے کہ ایک مجلس قضاء کا اعلان کم از پورے ضلع میں قابل عمل قرار پائے۔

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

۱۔ نمائندہ مدارس میں فقہ سے شغف رکھنے والے تین علماء پر مشتمل مجلس قضاء قائم کی جائے، ساتھ ہی ان کے لئے قضاء کی ٹریننگ کی سہولت بھی فراہم کی جائے۔

۲۔ رویت ہلال کے مسئلے میں ان کا اعلان کم از کم پورے ضلع میں قابل عمل مانا جائے۔

۳۔ فقدان زوج اور تعسر نفقہ وغیرہا وجوہ کے باعث فسخ نکاح، یا تفریق بوجہ لعان ومصاہرت، یتیموں کے لئے وصی کا تعین، جمعہ وعیدین کے لئے امام وخطیب کا تقرر، زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ کی وصولی کے لئے عاملین کا تقرر اور اس طرح کے دوسرے امور کے لئے ''مرکزی مجلس قضاء'' کا دائرہ کم از کم ایک یا دو چند ریاستوں کو عام ہو۔ اور دو چند ریاستوں سے مراد ایسی ریاستیں ہیں جہاں مجلس قضاء قائم نہ ہو سکے جیسے سکم، میگھالیہ، ناگالینڈ وغیرہ۔

مرکزی مجلس قضاء کی حیثیت قاضی القضاۃ کی ہو جو اہل افراد کی شوریٰ سے ضلعی مجلس قضاء میں حسب ضرورت ترمیم اور جزوی عزل ونصب کر سکے۔

اور ضلعی مجلس قضا کی حیثیت نائب قاضی کی مانی جائے، جو مرکزی مجلس کے ماتحت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجلس قضا قانونی ممانعت والے مقدمات مثل حدود و قصاص کے سوا تمام امور کے مقدمات کا فیصلہ کر سکتی ہے البتہ کچھ امور ایسے ہیں جن کے تعلق سے صرف قاضی شریعت یا مجلس قضا کا فیصلہ ہی قابل تنفیذ ہو سکتا ہے۔ ایسے امور بھی کثیر ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ فسخ نکاح بوجہ فقدان زوج۔
۲۔ فسخ نکاح بوجہ تعسر نفقہ۔
۳۔ فسخ نکاح بوجہ جنون۔
۴۔ فسخ نکاح بوجہ عنت۔
۵۔ فسخ نکاح بوجہ خیار بلوغ۔
۶۔ تفریق بین الزوجین بوجہ لعان۔
۷۔ تفریق بوجہ حرمت مصاہرت۔
۸۔ صغیر وصغیرہ بے ولی نکاح۔
۹۔ یتیم بلا ولی کے وصی کا تقرر۔
۱۰۔ جمعہ وعیدین کے امام وخطیب کا تقرر۔
۱۱۔ عامل کا تقرر۔

اور ان کے سوا بھی دوسرے بہت سے امور جن کی تفصیل فتاویٰ رضویہ، جلد ۷، رسالہ الھبۃ الاحمدیہ میں ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''مسلمانوں کے معاملات اور اطفال مسلمین کے ولایات میں قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے...... غرض اسلامی ریاستوں میں قاضیان ذی اختیار

شرعی کا موجود ہونا واضح اور جہاں اسلامی ریاست اصلاً نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لئے مقرر کرلیا تو وہی قاضی شرعی ہے...... مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم پر چلیں۔ یتیمان بے ولی پر وصی اس سے مقرر کرائیں نابالغان بے وصی کا نکاح اس کی رائے پر رکھیں۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۳۲۸، رضا اکیڈمی ممبئی)

"اپنی ان دینی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی مقرر اور نصب امام وخطیب جمعہ وامام عیدین وتفریق لعان وعنین و تزویج قاصرین وقاصرات بلاولی وفسخ نکاح بخیار بلوغ وامثال ذلک امور جن میں کوئی مزاحمت قانونی نہیں اس کے ذمہ رکھنا بلاشبہ میسر ہے، گورنمنٹ نے کبھی اس سے ممانعت نہ کی، جن قوموں نے اپنی جماعتیں مقرر کرلیں اور اپنے معاملات مالی ودیوانی قسم اول بھی باہم طے کرلیتے ہیں گورنمنٹ کو ان سے بھی کچھ تعرض نہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۷، ص ۵۰۴، رضا اکیڈمی ممبئی)

مندوبین نے اس تجویز سے اتفاق کے ساتھ اس میں یہ ترمیم رکھی کہ مجلس قضا میں ایک شخص کی حیثیت صدر مجلس اور قاضی کی ہو، باقی دو نائب قاضی ہوں۔ اس کے بعد اس پر عمل درآمد کے لئے محنت اور تگ ودو کی ضرورت بتائی اور یہ طے ہوا کہ اس طرح اگر کام ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ ہر علاقہ کے اعلم علماء کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے معاملاتِ مسلمین کے تصفیہ وحل کا کام انجام دینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک ضمنی بحث یہ درپیش آئی کہ دیہات میں قاضی اور قضا کا عمل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ دیا گیا روایت نوادر کی روشنی میں دیہات کے اندر قاضی اور عمل قضا ہوسکتا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ اس کی دلیل میں درج ذیل جزئیات ہیں۔

(۱) قلدہ قضاء بلد کذا، لا یدخل السواد والقریٰ بلا نص علیہ، وھذا علی روایۃ النوادر مستقیم لأن المصر شرط لنفاذ القضاء، وعلی غیر روایۃ النوادر فلا

یدخل القری وان نص علیه، لعدم نفاذ القضاء فیه، والماخوذ روایة النوادر للخاجة (بزازیہ برہامش ہندیہ، ۵/۱۳۵)

(۲) قضی فی الرستاق نفذ، لان علی روایة النوادر. وهو الماخوذ. المصر لیس بشرط لنفاذ القضاء۔(بزازیہ برہامش ہندیہ، ۵/۱۷۴، ہندیہ، ۳/۳۱۵و۳۳۹، خانیہ برہامش ہندیہ)

(۳) المصر شرط لنفاذ القضاء وفی روایة النوادر لا، فینفذ فی القری، وفی عقار لافی ولایته علی الصحیح ۔خلاصة (وبه یفتی) بزازیه (۸/۳۴، درمختار مع ردالمحتار، اوائل کتاب القضاء)

(۴) قال شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالیٰ فی ظاهر الروایة عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ المصر شرط لنفاذ القضاء، هکذا ذکر الخصاف رحمه الله تعالیٰ، والیه اشار محمد رحمه الله تعالیٰ فی الکتاب، وعن ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ المصر لیس بشرط لنفاذ القضاء،(خانیہ برہامش ہندیہ،۲/۴۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: قاضی نے اپنے حدود قضا سے باہر رہ کر بوجہ شہادت شرعیہ کوئی فیصلہ کیا اور اس کا اعلان جدید ذرائع ابلاغ مثلاً ٹیلی فون، فیکس وغیرہ سے کیا تو کیا وہ اعلان اس کے حدود قضاء میں نافذ العمل ہوگا؟

جواب: قاضی اپنے حدود قضا سے باہر رہ کر اپنے حدود قضا کے لئے بھی کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔

عنایہ میں ہے:

قول القاضی فی غیر موضع قضائه کقول واحد من الرعایا (ج ۶، ص ۳۸۷)

بحرالرائق میں ہے:

القاضی انما یصیر قاضیا اذا بلغ الموضع الذی قلد فیه القضاء ۔ اھ (ج ۷، ص ۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: اگر قاضی کو اپنے حدود ولایت سے باہر رہ کر اپنے دائرہ ولایت کے لئے کوئی فیصلہ کرنے کا

حق نہیں ہے تو کیا جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ کسی پیش آمدہ مسئلے میں فیصلہ کرنے کے لئے کسی کو اپنا نائب بنا سکتا ہے؟

جواب: وہ قاضی جسے اپنا نائب مقرر کرنے کا حق شرعاً حاصل ہے وہ اپنے حدود قضا کے لئے جدید ذرائع ابلاغ مثلاً ٹیلی فون، فیکس، ای میل کے ذریعہ اپنا نائب وخلیفہ بنا سکتا ہے۔ البتہ جس کے پاس اس قسم کا فون، فیکس یا ای میل آئے وہ دوبارہ اصل قاضی سے رابطہ کر کے تحقیق کر لے کہ واقعتاً اسی کا فون، فیکس، ای میل ہے۔

بحرالرائق میں ہے:

وظاهر اطلاقهم ان الماذون له بالاستخلاف صريحاً او دلالة يملكه قبل الوصول الى محل قضائه كما يملكه بعده، وقد جرت عادتهم اذا ولو ابلد السلطان قضاء بلدة بعيدة بارسال خليفة يقوم مقامهم الى حضورهم، وقد سئلت عنها فى سنة تسع وتسعين وتسع مائة فاجبت بذلک، والله الموفق۔

(ج ۷، ص ۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔

یوم آزادی کے موقع پر مادر پدر آزاد معاشرہ کے قیام کی ہم مذمت کرتے ہیں۔

فلسطین و لبنان پر بموں کی برسات اور پاکستان میں میراتھن ریس قابل مذمت ہے

فتاوی حزب الاحناف شائع ہوگیا

حضرت علامہ سید ابوالبرکات احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے چند فتاوی کا مجموعہ

فتاوی حزب الاحناف

مرتبہ صاحبزادہ مولانا محمد عبدالسلام نقشبندی شائع کردہ دارالعلوم سلطانیہ جہلم

ملنے کا پتہ: فرید بکسٹال اردو بازار لاہور مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ لاہور

۳۶۳ صفحات پر مشتمل یہ صرف تین ماہ اور ۲۱ دنوں کے فتاوی کا مجموعہ ہے۔ قیمت ۲۰۰ روپے۔